علمِ حدیث اور فقہاء احناف

مفتی احمد نواز قادری عطاری

☆ دین میں حدیث کی ضرورت واہمیت

- اصحاب الرائے کون؟
  - قلت حدیث کا طعن
    - حدیث پر قیاس کو ترجیح دینے کا نقد
- امام اعظم کی شان میں علماء کے اقوال
  - کچھ دیگر اعتراضات

فون:03024154930

منجانب:الفرید آنلائن اکیڈمی(AL FAREED ONLINE ACADEMY)

اسلام میں حدیث رسول ﷺ کو بنیادی اور مرکزی حیثیت حاصل ہے تمام شعبہ ہائے زندگی میں چاہے وہ معاشی ہو یا معاشرتی سیاسی ہو یا سماجی دینی ہو یا دنیاوی اس کا حسن خلاق کے ساتھ تعلق ہو یا معاملات کے ساتھ رابطہ ہو غرض یہ کہ ہماری زندگی کا کوئی بھی پہلو جس طرح قرآن کے احکام و فرامین سے خارج نہیں اسی طرح حدیث مصطفی ﷺ بھی ہماری حیات کے ہر جز کو شامل ہے کسی بھی جہت سے دیکھیں ہمیں ہر اعتبار سے پریکٹیکلی اقوال و افعال اس سے ملتے ہیں جنہیں اپنا کر انسان معاشرہ کا کامل اور معزز شخص بنتا ہے اور اپنی دنیاو آخرت سنوارتا ہے اگر بندہ حدیث رسول ﷺ کو اپنے لئے نمونہ نہ بنائے اور اس سے بالاتر ہو کر اپنی زندگی گزارے تو وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا بلکہ اپنی آخرت کے ساتھ ساتھ دنیا بھی بہتر نہیں بنا سکتا کیونکہ اس میں حقیقی اصول و قوانین حیات اللہ جل جلالہ کے حبیب ﷺ نے بڑے عمدہ طریقے سے بیان فرمائے ہیں جن کی نظیر ہمیں اوراق تاریخ میں کہیں نہیں ملتی اسی لئے تو بڑے بڑے دانشوروں نے آپ ﷺ کے اقوال وافعال پہ تحقیق کی اور انہیں بلکل حقیقت کے موافق پایا۔

اللہ جل جلالہ نے بھی قرآن مجید فرقان حمید میں کئی مقامات حدیث رسول ﷺ کی فضیلت و اہمیت کو بیان فرمایا اور بڑی سختی کے ساتھ آپ ﷺ کی سیرت اپنانے اور آپ ﷺ کے اقوال و حِکم کو تسلیم کرنے کا حکم فرمایا ، کہیں فرمایا: اے محبوب ان لوگوں کو فرمادو کہ اگر تم اللہ جل جلالہ سے محبت کا دعوی کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ جل جلالہ تمہیں اپنا محبوب بنالے گا قارئین دیکھئے یہ کتنا پیارا اور خوبصورت انداز ہے کہ خالق کائنات نے اپنا محبوب و پسندیدہ بنانے کے لئے اتباع رسول کو ضروری قرار دیا، کبھی فرمایا: جو چیز تمہیں یہ رسول ﷺ دیں اسے لے لو اور جس سے منع کریں اس سے باز رہو، پتہ چلا آپ ﷺ کی ہر بات چاہے وہ خوشی کی حالت میں ہو یا غمی کی کیفیت میں وقت سفر میں ہو یا حضر کی گھڑی میں اسے ماننا ہر مسلمان کے لئے

لازم ہے چاہے اس کے لئے اس کی کوئی حکمت ظاہر ہو یا نہ ہو منفعت اس سے ملے یا نہیں پس سر خم تسلیم کرنا اللہ جَلَّ جَلَالَہٗ کی طرف سے ہر انسان پر ضروری ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نے کر کے بھی دکھایا وہ تو ہر وقت منتظر رہتے تھے کہ اللہ جَلَّ جَلَالَہٗ کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہمارے لئے کوئی حکم ارشاد فرمائیں اور پھر اس کے لئے انہیں جو بھی کرنا پڑتا وہ کر دیتے اللہ جَلَّ جَلَالَہٗ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی محبت میں اسی لئے وہ پوری دنیا کے امام بن گئے آج تک بڑے بڑے حکماء، امراء، صلحاء، اولیاء اور علماء ان کی مبارک زندگیوں سے روشنی پاتے ہیں۔

زمانہ نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے لے کر آج تک علم حدیث میں کام ہو رہا ہے ہر دور میں علماء کرام نے اپنے اپنے انداز میں اپنے اپنے حصے کا کام سر انجام دیا اور کوشش کی کہ فرامین رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم امت تک صحیح اور سہل انداز میں پہنچیں ان میں کاذبین کا کذب خائنین کی خیانت اور ہر قسم کی ملاوٹ نہ ہو بلکہ جو کلمات حسنہ دہن گل نبوت سے ادا ہوئے انہیں بعینہ اگے ادا کرنے کی پوری کوشش کی اس کام کے لئے انہیں بڑی محنت و مشقت کرنا پڑی اپنی پوری پوری زندگیاں اسی کام کے لئے وقف کر دیں فرامین مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مختلف جگہوں سے جا کر حاصل کئے اور آگے امت تک پہنچائے۔

تدوین حدیث کا جو کام دور صحابہ میں شروع ہوا تھا وہ آگے مسلسل جاری رہا اور اس میں مزید جدت آتی گئی یعنی صحابہ کرام نے اسے یاد کیا تھا اور مختلف صحیفوں میں جمع کیا بعد میں تمام حدیثوں کو مختلف مقامات سے لے کر جمع کیا جانے لگا اور باقاعدہ کتب کی شکل میں انہیں لکھا گیا دور تابعین سے ہی باقاعدہ تصنیف بھی شروع ہو گئی جیسے موطا امام مالک اور مسند امام اعظم وغیرہ کتب اسی زمانہ کی ہیں تابعین کی بابرکت جماعت میں سیدنا و مولانا امام اعظم ابو حنیفہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ بھی شامل ہیں کئی صحابہ کرام کی زیارت کا شرف پایا اور صحابہ واکابر

تابعین سے علم حدیث حاصل کیا آپ سے آگے سیدنا امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے حاصل کیا اور آفاق کے کونے کونے میں اسے تدریس و تصنیف کے زریعے پھیلایا آپ رحمۃ اللہ علیہ علم حدیث میں گہری نظر رکھتے تھے صحیح حدثیں تو کجا کئی موضوع روایات آپ کے سینے میں محفوظ تھیں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بعض ایسی اسناد بھی ہیں جن میں صرف دو واسطے آتے ہیں یعنی صحابی اور تابعی کا، محدثین میں بڑوں بڑوں کو یہ مرتبہ حاصل نہیں پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خصوصیت یہ ہے کہ آپ مرفوع روایات کے ساتھ ساتھ اقوال و افعال صحابہ بھی گہری نظر رکھتے تھے جیسا کہ ہمیں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کتب سے پتا چلتا ہے، کتاب الآثار اور دیگر کئی آپ کی تصانیف میں آپ سے مروی روایات موجود ہیں۔

فقہاء احناف اور علم حدیث:

فقہاء احناف کی طرف شروع سے ہی یہ طعن عظیم منسوب کیا جاتا رہا ہے کہ وہ حدیث مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے اقوال و افعال پر اپنی رائے کو فوقیت دیتے ہیں کبھی کہا جاتا انہیں حدیثیں یاد نہیں تھیں باوجود اس کے ان میں امام اعظم جیسی ہستی ہیں جن کے چار ہزار سے زائد علم حدیث میں شیوخ ہیں امام ابو یوسف جیسی شخصیت جن کے ثقہ و حافظ الحدیث میں کسی کو کلام نہیں اور جن کے امام احمد بن حنبل و یحیٰ بن معین جیسے شاگرد جو اپنے دور میں جرح و تعدیل کے امام گزرے ہیں، امام محمد جیسی ذات جنہوں علم حدیث میں کتب لکھیں ان میں موجود ہیں ، اب کبا ائمہ کی تصریحات بھی دیکھئے جو ان کی شان میں کہی گئیں ، صاحب مذہب امام حرم و مجتہد مطلق سیدنا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"الناس عیال فی الفقه لابی حنیفة"[1] یعنی سارے لوگ فقہ میں ابو حنیفہ کے محتاج ہیں۔

حضرت سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ جو صحاح ستہ کے رواۃ میں سے ہیں جنہیں تمام محدثین نے ثقہ کہا اور جن کے بارے امام شافعی نے فرمایا اگر امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز کا علم جاتا رہتا آپ بھی احناف کے علم کے معترف ہیں فرماتے ہیں:

"ما مقلت [1] عینی مثل ابی حنیفة"[2]

میری آنکھوں نے ابو حنیفہ کی مثل نہیں دیکھا۔

---

(1) امام ابو نعیم الاصبھانی، ابو نعیم احمد بن عبد اللہ بن احمد الاصبھانی، مسند ابی حنیفۃ روایۃ ابی نعیم، ص:22، مکتبۃ الکوثر–الریاض، الطبعۃ الاولیٰ 1415ھ

(2) امام نووی، ابوزکریا محیی الدین یحییٰ بن شرف النووی، تھزیب الاسماء واللغات، ج:2، ص:219، مؤسسۃ الرسالۃ–بیروت، الطبعۃ الاولیٰ 1412ھ

(1)-ابن انباری نے "الزاھر" میں کہا: "معناه: ما رأت ولا نظرت" یعنی میری آنکھوں نے اس کی مثل نہیں دیکھا اور یہ "مُقلة" سے ہے میم مہملہ کے ضمہ کے ساتھ جس کا معنی آنکھ ہے اور اگر مہملہ کے فتحہ کے ساتھ ہو تو معنی ہوگا وہ پتھر جس کے زریعے پانی کی مقدار معلوم کی جاتی ہے، اس کا معنی ڈبونا بھی آتا ہے جیسے حدیث پاک میں ہے کہ جب مکھی کھانے میں گر جائے تو "فامقلوه ثم انقلوه" پہلے اسے کھانے میں ڈبو لو پھر اس سے نکال لو کیونکہ اس کے دو پروں میں سے ایک میں شفا ہوتی ہے اور دوسرے میں بیماری۔

اس کے علاوہ بے شمار متقدمین و متاخرین ان کی شان و رفعت میں رطب اللسان ہیں، ان کی سیرت پے کتابیں لکھیں، ان کے ذکر کو اپنے لئے باعث خیر جانا:

؎ قیاس کن زگلستان من بہار من

کسی بھی ذی عقل و فہم پر یہ بات مخفی نہیں جس نے تھوڑا سہ بھی ان بحور علم کے اقوال و افعال اور ان کی کتب عالیہ کو پڑھا، دیکھا اور سنا ہو کہ حقائق کیا ہیں اور معترض کے اعتراض کی حقانیت سچ پہ مبنی ہے یا محض کذب و افتراء پر جسے نہ کوئی عقل سلیم قبول کرے نہ ہی شرع متین نگاہ محبت سے دیکھے۔ بہت سے معترضین اس طعن تشنیع میں صرف متبعین ہیں یا ناقلین یا پھر محض سامعین یعنی انہوں نے کہیں سے یہ اعتراض سنا، یا پڑھا، یا پھر اپنے بڑوں کی اس میں تقلید کرتے ہیں حقائق کی طرف ان کی آنکھیں نہیں گئیں نہ ہی ان نفوس عالیہ کی کتب کو پڑھنے کا موقع ملا بس اندھا دھند اعتراض کر دیا، دوسری طرف کچھ لوگ ایسے ہیں جو حدیث کا بلکل انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں یہ سب معتبر نہیں ہیں بلکہ اپنی طرف سے انہیں گھڑا گیا ہے اس لئے ہم ضروری خیال کرتے ہیں کہ اولا ان کے چند اعتراضات نقل کریں پھر ان کے جوابات احاطہ تحریر کریں جن سے اس موضوع کی اہمیت و ضرورت واضح ہو گی اور قارئین کو پتہ چلے گا کہ اس موضوع پر قلم اٹھانا کتنا ضروری ہے، فاقول وباللہ التوفیق:

اعتراض:

حنفی لوگ فرمان مصطفی ﷺ پر اپنی بات کو ترجیح دیتے ہیں؟

جواب:

آیئے اکابر سے اس کی حقیقت سنتے ہیں چنانچہ عارف باللہ امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ سے ابن حزم نقل کرتے ہیں:

"وما قيل عن أبي حنيفة من أنه يقدم الرأي على الحديث فيه نظر كثير، ذلك أنه صح عنه قوله: "إذا جاء عن النبي صلى الله عليه وسلم فعلى الرأس والعين وإذا جاء عن أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم نختار من قولهم، وإذا جاء عن التابعين زاحمناهم" ، وذكر الشعراني في "الميزان" عن أبي حنيفة قَوْلَهُ: " كذب والله وافترى علينا من يقول، إننا نقدم القياس على النص، وهل يُحتاج بعد النص إلى قياس"[3] اور وہ جو کہا جاتا ہے ابو حنیفہ کے بارے کہ وہ قیاس کو نص پر مقدم کرتے تھے اس میں بہت نظر ہے کیونکہ جب وہ یہ فرما چکے ہیں: نبی کریم ﷺ کی طرف سے جب کوئی ہم تک پہنچے تو وہ ہمارے سر اور آنکھوں پر ہے اور جب صحابہ کی طرف سے تو اسے بھی ہم ترجیح دیں گے اور جب تابعین سے تو ہم مزاحمت کریں گے اور امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے "میزان الکبریٰ" میں امام اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے: اللہ جل جلالہ کی قسم وہ شخص ہم پہ جھوٹ اور افتریٰ باندھتا ہے جو کہے ہم نص پر قیاس کو مقدم کرتے ہیں حالانکہ نص کے ہوتے قیاس کی ضرورت کیوں پیش آئے گی۔

---

(3) ابن حزم الظاہری، ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم الظاہری، الاعراب عن الحیرۃ والالتباس الموجودین فی مذاھب اہل الرای و القیاس، ج:1، ص:226، دار اضواء السلف–الریاض، الطبعۃ الاولیٰ 1425ھ

نیز امام عبد الوہاب شعرانی اسی کتاب میں فرماتے ہیں میں نے امام صاحب اور آپ کے اصحاب کا کوئی ایسا قول نہیں پایا جو کسی حدیث کے موافق نہ ہو فرماتے ہیں میں نے اس پر مستقل کتاب لکھی ہے "ادلۃ المذاہب" کے نام سے جو تحقیق چاہتا ہے وہ اس کا مطالعہ کرے۔

اعتراض:

کچھ لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ بعض ائمہ نے ان حضرات کی جرح کی ہے؟

جواب :

بیچارے اس جرح کی حقیقت کو نہیں سمجھتے کہ اس کی وجہ کیا ہے ؟ان کے قوانین جرح کیا ہے ؟اور پھر کس کی جرح معتبر ہے کس کی نہیں،عدم قبول جرح کے اصولوں میں سے یہ دو اصول بھی علماء نے بیان کئے ہیں اول یہ کہ ہم عصر کی جرح ہم عصر کے بارے معتبر نہیں امام اعظم کی جرح کرنے والوں میں ایسے ہی افراد ہیں۔ثانی یہ کہ جس شخص کی بزرگی وامامت لوگوں میں مقبول ومتعارف ہو جائے اور لوگ اسے اپنا پیشوا مان لیں اس کی جرح بھی مضر نہیں ہے ،تو پس ان اصولوں کو بھی ذہن میں رکھنا ضروری ہے وگرنہ اگر ہم مطلقا جرح کو مان لیں بغیر کسی ضابطہ کے تو پھر کوئ ایسا امام نہ ہو گا جس کی جرح نہ کی گئی ہو۔مزید تفصیل کے لئے مطالعہ کیجئے "جرح الجار حین علی الامام ابی حنیفہ مردود بدلائل الوثیقہ "مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد

ے لیس یصح فی الاذھان شیئ   اذا تاج النھار الی دلیل

یعنی جب دن چاروں طرف روشن ہو جائے تو پھر دلیل کو تلاش کرنا درست نہیں۔

اعتراض:

ایک اور مشہور اعتراض جو ناقدین کی طرف سے کیا جاتا ہے کہ ائمہ احناف کو "اہل الرائے" کہا جاتا ہے،اس سے وہ ثابت کرتے ہیں کہ یہ حضرات اپنی رائے و قیاس کو حدیث پر مقدم کرتے ہیں اس لئے محدثین ان کے لئے یہ اصطلاح استعمال کرتے ہیں؟

صد افسوس علم سے عاری عقل سے خالی حکمت کے انکاری یہ نہ جان سکے اہل الرائے سے کیامراد ہے؟ پھر یہ کہ اس سے مراد صرف احناف ہیں یا دیگر ائمہ مجتہدین بھی اس میں شامل ہیں؟اور یہ بھی کہ اصطلاح اہل الرائے ان ائمہ کبار کی شان و عظمت پر دلالت کرتی ہے یا تنقیص پر؟اور یہ کہ غور و فکر کر کے اور اپنی عقل سے کوئی حکم نکالنا جس مین نص شارع علیہ السلام موجود نہیں آیا شرعا مذموم ہے یا محمود؟اب ہم ان اشکالات کو اختصار کے ساتھ زینت قرطاس کرتے ہیں اور ان کی حقیقت کو بیان کرتے ہیں جس سے واضح ہو گا کہ ناقدین کے اعتراض کی حقیقت کیاہے اور اس میں کس درجہ کی کم علمی اور خیانت ہے۔۔!!!

فاقول وباللہ التوفیق

اہل الرائے کون۔۔۔؟

اہل سنت و جماعت میں متقدمین کے ہاں دو اصطلاحیں رائج تھیں ایک "اہل الرائے "دوسری "اہل الحدیث "اہل حدیث ان علماء کو کہاجاتا تھاجو حدیث کے ظاہری الفاظ سنتے اور آگے اپنے تلامذہ کو بتاتے اس میں وہ ہر طرح کی احادیث بیان کرتے جو ان کے ہاں صحیح ہو تیں چاہے۔ اس کام کے لئے وہ بڑی مشقتیں اور لمبے سفروں کی تکلیفیں برداشت کرتے مگر یاد رہے محدثین کے اصول حدیث کی صحت کے بارے الگ تھے۔

متن حدیث، سند حدیث ،راویوں پر جرح و تعدیل اور حدیث میں پائی جانے والی علل و اضطراب کی تعیین و تحقیق کے طریق جدا گانہ و منفرد تھے۔اپنے ان اصولوں پر یہ حضرات سختی سے عمل کرتے اور ان میں کسی کے ساتھ رعایت نہ فرماتے اسی وجہ سے انہوں نے حدیث میں بڑے بڑے علماء و اولیاء پر جرح کی جیسا کہ مسلم شریف میں اس کی امثلہ دیکھی جاسکتی ہیں مگر ویسے ان کا ادب کرتے دوسروں کو بھی حکم دیتے اس لئے ہم ان مبارک ہستیوں پر طعن و تشنیع نہیں کرسکتے۔

دوسرا گروہ اہل الرائے کا ہے، اہل رائے ان ائمہ کو کہا جاتا ہے جو حدیث کے ظاہری الفاظ کو سننے ،یاد کرنے ،آگے پہنچانے کے ساتھ ساتھ اس سے احکام فقہیہ کا استنباط بھی کرتے اسی طرح اگر وہ کسی مسئلہ میں نص شرعی کو نہ پاتے تو اسے قیاس کرتے۔حدیث کو پرکھنے اس پر صحت کا حکم لگانے اس میں موجود پائی جانے والی علل کو جاننے کے اصول وضوابط فقہاء کے محدثین سے الگ تھے۔اس سے ثابت ہوا کہ فقہاء محدثین والے سارے کام کرتے تھے ہاں ان میں ایک اضافی ملکہ ہوتا تھا حدیث سے احکام فقہیہ استنباط کرنے کا اور نئے در پیش مسئلہ کو اس کی مناسب حدیث پر قیاس کرنے کا اسی وجہ سے امام اعظم رحمۃ اللہ سے آپ کے استاد حضرت امام اعمش نے فرمایا کہ ہم صرف سنار ہیں اور تم اطبا بھی ہو۔

اصطلاح "اصحاب الرائے "کی عمومیت پہ علماء کی تصریحات:

معزز قارئین کرام اس تقسیم کو ذہن میں رکھیں اب ہم بیان کرتے ہیں کہ اہل الرائے کی اصطلاح احناف کے ساتھ خاص نہیں بلکہ سب فقہاء کو شامل ہے چناچہ علامہ سلیمان بن عبد القوی الطوقی الحنبلی نے اصول حنابلہ پے ایک کتاب لکھی جس نام مختصر الروضہ رکھا اس میں فرماتے ہیں:

(1) اعلم ان اصحاب الرای بحسب الاضافۃ ھم کل من تصرف فی الحکام بالرای فیتناول جمیع علماء الاسلام لان کل واحد من المجتحدین لا یستغنی فی اجتہادہ عن نظر و رای ولو بتحقیق المناط و تنقیحہ الذی لا نزاع فیہ(4)

ترجمہ: جان لو کہ اصحاب رائے اضافت کے اعتبار سے وہ تمام علماء ہیں جو احکام میں رائے کو راہ دیتے ہیں سو یہ شامل ہو گیا تمام علماء اسلام کو کیونکہ مجتہدین میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جو اپنے اجتہاد میں نظر ورائے سے بعید ہو اگرچہ اس امر کی تحقیق و تنقیح میں کہ جس میں اختلاف نہیں ہے۔

(2) ابن قتیبہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب معارف میں باقاعدہ اہل الرائے کا عنوان قائم کیا جس میں امام اوزاعی، سفیان ثوری اور امام مالک کو بھی ذکر فرمایا۔ اگر امام صاحب کا کسی نے ساتھ ذکر کر دیا تو یہ ان کے محدث ہونے کا انکار نہیں بلکہ ان کے مجتہدانہ مقام و مرتبہ کا اعتراف کرنا ہے۔(5)

ہر اہل علم و عقل کو یہ بات یاد ہونی چاہیے کہ قیاس کرنا ان مسائل میں جن کے بارے نص شرعی منقول نہیں از روئے شرع شریف مذموم نہیں بلکہ اس پر قائل کی تعریف کی گئی ہے نیز یہ کوئی عام فعل نہیں جسے ہر کوئی سرانجام دے سکے بلکہ یہ خاص فضل الہی ہے جسے چاہے عطاء فرماوے اس وجہ سے اس منصب عالی کے ساتھ متصف چند ایک علماء ہیں جنہیں باآسانی شمار کیا جا سکتا ہے ۔ اگر ہم مطلق انکار کر دیں قیاس و استنباط کا پھر تو بہت سے ایسے مسائل ہونگے جنہیں عام عوام قرآن و سنت میں ظاہرا نہیں پا سکے گی اگرچہ

---

(4) نجم الدین الطوفی، نجم الدین ابو الربیع سلیمان بن عبد القوی بن الکریم الطوفی، شرح مختصر الروضۃ، ج:3، ص:289، مؤسسۃ الرسالہ، الطبعۃ الاولی 1407ھ نجم الدین الطوفی، نجم الدین ابو الربیع سلیمان بن عبد القوی بن الکریم الطوفی، شرح مختصر الروضۃ، ج:3، ص:289، مؤسسۃ الرسالہ، الطبعۃ الاولی 1407ھ

(5) ابن قتیبہ، ابو محمد عبد اللہ بن مسلم بن قتیبہ الدینوری، المعارف، ج:1، ص:498، الہیئۃ المصریہ – القاہرۃ، الطبعۃ الثانیہ 1992

قرآن مجید میں ہر چیز کا روشن بیان ہے اور اللہ جلَّ و علیٰ کا فرمان ﴿ونزلنا علیك الکتاب تبیانا لکل شیئ و ھدی و رحمۃ و بشریٰ للمسلمین﴾ ترجمہ: اور ہم نے نازل کی آپ پر کتاب جس میں ہر چیز کا واضح بیان اور ہدایت اور رحمت اور خوشخبری مسلمانوں کے لئے (سورۃ النحل، آیت:89)، اور ﴿ما فرطنا فی الکتاب من شیئ﴾ ترجمہ ہم نے اس کتاب میں کسی چیز کی کمی نہیں چھوڑی (سورۃ الانعام، آیت:38) برحق ہے اس میں کسی قسم کا شک نہیں مگر کس طرح؟ آئے دیکھتے ہیں مجدد فی زمانہ امام جلال الدین السیوطی الشافعی رحمۃ اللہ اپنی مشہور زمانہ کتاب الاتقان فی علوم القرآن میں امام شافعی رحمہ اللہ کا قول نقل فرماتے ہیں: "جَمِيعُ مَا تَقُولُهُ الْأُمَّةُ شَرْحٌ لِلسُّنَّةِ وَجَمِيعُ السُّنَّةِ شَرْحٌ لِلْقُرْآنِ"[6] اس امت کے سارے علوم حدیث کی شرح ہیں اور حدیث قرآن کی شرح ہے۔

اس لئے منکرین قیاس اور ان معترز علماء پر طعن کرنے والے جب کوئی مسئلہ قرآن و حدیث میں نہیں پاتے پھر یہی جواب دیتے ہیں کہ ابو حنیفہ نے اس بارے یہ کہا ہے فلاں فقیہ نے یہ کہا ہے۔ اب چند دلائل سماعت کیجئے قیاس اور غور و فکر کی اہمیت پر

غیر منصوص علیہ حکم میں قیاس شرعا مذموم یا محمود؟

(1) نبی کریم رؤف الرحیم خاتم النبیین صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ارشاد فرماتے ہیں:

«انما اقضی بینکم برایی فیما لم یُنزل علی فی»[7]

ترجمہ: بیشک میں اپنی رائے کے ساتھ فیصلہ کرتا ہوں تمہارے درمیان ان امور میں جن کے بارے مجھ پر وحی نہیں اترتی۔

---

(6) جلال الدین سیوطی، جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمن بن ابو بکر السیوطی الشافعی، الاتقان فی علوم القرآن، نوع:65، ج:4، ص:28

(7) امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث السجستانی، ابو داؤد شریف، ج:3، ص:302، المکتبۃ العصریہ—بیروت

(2)عدل وحکمت کے پیکر سیدنا جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جب غلطی سے اپنی بیوی کا بوسہ لے بیٹھے تو حضور کی باگاہ میں حاضر ہوئے عرض گزار ہوئے مجھ سے یہ غلطی ہو گئی ہے اب کیا کروں آپ ﷺ نے جوابا فرمایا:

«ارایتَ لو تمضمضت بماء و انت صائم قلت لا باس بذٰلک فقال رسول اللہ ﷺ ففیم؟»[8]

ترجمہ: تمہاری کیا رائے ہے اگر تم کلی کرتے پانی سے میں نے عرض کی اس میں کوئی حرج نہیں تب آپ ﷺ نے فرمایا پھر بوسہ سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔

(3)جنگ بدر کے موقع پر آپ ﷺ نے ایک جگہ پڑاؤ کیا بعد میں آپ ﷺ کے پیاری صحابی حضرت حباب بن منذر نے عرض کی اگر ہم فلاں جگہ پڑاؤ کریں تو زیادہ اچھا ہو گا کیونکہ اس صورت میں پانی ہمارے قبضے میں ہو گا تو آپ ﷺ نے انہیں فرمایا:" لقد اشرت بالرای "[9] یعنی تمہاری رائے واقعہ ہی بہت اچھی ہے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ کے اس فیصلہ کی تائید وحی کے زریعے بھی ہوئی ،ایک فرشتے آپ ﷺ کی بارگاہ میں آیا عرض کی رب نے سلام بھیجا ہے ساتھ یہ پیغام دیا ہے "ان الرای ما اشار بہ الحباب المنذر "[10] حباب بن منذر کی رائے بہت اچھی ہے۔ دیکھئے یہاں پہ کس قدر حضرت حباب بن منذر کی رائے کو پسند کیا گیا صرف زمین پر ہی نہیں بلکہ خود خالق نے پسند فرمایا کیونکہ ان کی رائے اللہ اور اس کے

---

(8) امام احمد، ابوعبداللہ احمد بن حنبل بن فرقد الشیبانی، مسند امام احمد، ج:1، ص:225، دار الحدیث–القاہرۃ، الطبعۃ الاولیٰ 1416ھ

(9)عبد الملک بن ہشام، جمال الدین ابو محمد عبد الملک بن ہشام المعافری، سیرت ابن ھشام، ج:2، ص:192، شرکۃ الطباعۃ الفنیہ المتحدۃ

(10)امام ابن کثیر، ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر البصری، تفسیر ابن کثیر، ج:4، ص:21، دار الکتب العلمیہ–بیروت

رسول ﷺ کو پسند آئی، یہی قول ہم بھی کرتے ہیں کہ اگر کسی کا قیاس قرآن و سنت کے مخالف نہیں بلکہ دونوں کے موافق ہے نیز دونوں کی تشریح و توضیح کر رہا ہے تو اسے قبول کیا جائے گا ہاں اگر کوئی اپنی رائے صرف بیان کرے اور اس کا قیاس قرآن و سنت کے موافق نہیں تو ہرگز اسے قبول نہیں کیا جائے گا اور کوئی دین سے محبت رکھنے والا ایسا کر بھی نہیں سکتا۔

(4) اب سنئے غور سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا قصہ پھر دیکھئے کس قدر نبی کریم ﷺ نے اسے پسند کیا اور اس پہ اللہ کی تعریف کی: عن معاذ ان رسول اللہﷺ بعثہ الی الیمن «فقال کیف تقضی قال اقضی بما فی کتاب اللہ قال فان لم یکن فی کتاب اللہ قال فبسنۃ رسول اللہ ﷺقال فان لم یکن فی سنۃ رسول اللہﷺ قال اجتہد رایی و لا آلو فضرب رسول اللہ ﷺ صدرہ و قال الحمد للہ الذی وفق رسولَ رسولِ اللہ لما یرضی رسول اللہ»[11]

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے انہیں یمن کی طرف بھیجا حاکم بنا کر آپ ﷺ نے فرمایا فیصلہ کیسے کروگے ؟ عرض کی اللہ کی کتاب کے ساتھ ، فرمایا اگر وہ اللہ کی کتاب میں نہ ہوا تو؟ عرض کی اللہ کے رسول ﷺ کی سنت کے ساتھ ، فرمایا اگر میری سنت میں نہ ہوا تو پھر ؟ عرض کی اپنی رائے سے پوری پوری کوشش کروں گا، تب آپ ﷺ نے ان کے سینے پہ ہاتھ مارا اور فرمایا تمام تعریفیں اس ذات کے لئے جس نے میرے قاصد کو میری رضا کے مطابق بنایا۔

([11]) ابوداؤد، کتاب الاقضیہ، باب اجتہاد الرای فی القضاء، حدیث: 3603، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ

(5) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قاضی شریح کو لکھا: "فاختر ایَ الا مرَین شئت ان شئت ان تجتھد رایک "[12] ترجمہ: ان دو امروں میں سے جو چاہو اختیار کرو اگر چاہو تو اپنی رائے سے اجتہاد کرو۔

(6) حضرت زید بن ثابت نے تو اپنی رائے کے ساتھ ساتھ دوسرے مجتہدین سے بھی مشورہ لینے کی اجازت دی "فادع اھل الرای ثم اجتھد و اختر لنفسک ولا حرج "[13]

ترجمہ: دوسرے اہل رائے کو اپنے ساتھ ملا کر اجتہاد کرو اور اپنی رائے کو اختیار اس میں کوئی حرج نہیں۔

ترجمہ: تم میں سے جس کو قاضی بنایا جائے آج کے دن کے بعد وہ فیصلہ کرے اللہ کی کتاب کے ساتھ اگر اللہ کی کتاب میں نہ پائے تو پھر فیصلہ کرے اپنے نبی ﷺ کی سنت کے ساتھ اگر کتاب اللہ میں بھی نہ پائے اور نہ ہی سنت میں پھر صالحین کے فیصلوں کو اختیار کرے اگر ان تینوں مقامات میں نہ پائے تو پھر اپنی رائے سے فیصلہ کرے۔ ذرا غور کیجئے بعینہ یہی طریقہ کئی علماء نے سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ سے بھی نقل کیا ہے، اللہ جل و علیٰ مخالفین کو سمجھنے کی توفیق عطاء فرمائے!

(8) حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنھما نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں «اذا حکم الحاکم فاجتھد ثم اصاب فلہ اجران و اذا حکم فاجتھد ثم اخطا فلہ اجر »[14]

---

(12) امام دارمی، ابو محمد عبداللہ بن عبدالرحمن بن الفضل الدارمی التمیمی، سنن دارمی، باب الفتیاوما فیہ من الشدۃ، حدیث، 169، دار المغنی ۔سعودیہ

(13) سنن دارمی، ج:1، ص:60

ترجمہ: جب حاکم نے اپنے اجتہاد سے درست فیصلہ کیا تو اس کے لئے دو اجر ہیں اور اگر فیصلہ میں خطاء ہو گئی تو اس کے لئے ایک اجر ہے۔

(9)عبید اللہ بن ابو یزید حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کرنے کا طریقہ بیان فرماتے ہیں: '' کان ابن عباس رضی اللہ عنہ اذا سئل عن الامر فکان فی القرآن اخبر بہ و ان لم یکن فی القرآن و کان عن رسول اللہ ﷺ اخبر بہ فان لم یکن فعن ابی ابکر و عمر فان لم یکن قال فیہ برایہ"[(15)]

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے جب کوئی سوال پوچھا جاتا تو آپ کتاب اللہ کے زریعے فیصلہ کرتے اگر قرآن میں نہ پاتے تو حضور ﷺ کی سنت کے زریعے فیصلہ کرتے اگر اس میں بھی نہ پاتے تو پھر حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنھما کے فیصلوں کو اختیار کرتے اگر یہاں بھی نہ ملتا تو پھر اپنی رائے سے فیصلہ کرتے۔

(10) امام شافعی رحمہ اللہ کا فرمان تو اس حوالہ سے آپ سن چکے چند سطور پہلے اب سنئے امام دار الہجرت صاحب مذہب سیدنا امام مالک رضی اللہ عنہ کا فرمان بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں:"انزل اللہ کتابہ و ترک فیہ موضعا لسنۃ نبیہ ﷺ و سن نبیہ السنن و ترک فیہ موضعا للرای و

---

(14) امام مسلم، عساکر الملت والدین ابو الحسین مسلم بن حجاج بن مسلم قشیری نیشابوری، مسلم شریف، کتاب الاقضیہ، ج:2، ص:121، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ

(15) سنن دارمی، باب الفتیا وما فیہ من الشدۃ، حدیث 168

القیاس "[16] ترجمہ: اللہ تعالی نے اپنی کتاب نازل کی اور اس میں اپنے نبی ﷺ کی سنت کے لئے جگہ چھوڑ دی اور نبی پاک ﷺ نے اپنی سنت بیان کی تو اس قیاس ورائے کے لئے جگہ چھوڑ دی۔

(11) دیکھئے سنن دارمی وغیرہ میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ کا فرمان آپ کا بھی فیصلہ کرنے کا طریقہ یہی تھا جو ہمارے دلائل میں بیان ہو چکا۔

قارئین کرام پس ایں دلائل عظیمہ جلیلہ قاھرہ سے بداں شد کہ اصطلاح اہل الرائے خاص نہیں بلکہ عام نیز اپنی رائے واجتہاد سے فیصلہ غیر منصوص علیہ حکم میں شرعا مذموم وقبیح نہیں بلکہ محمود وحسین ہے۔

اعتراض:

قارئین بعض ناقدین یہ کہتے ہیں کہ انہیں حدیثیں کم یاد تھیں حتیٰ کہ کسی نے کہا امام صاحب کو صرف سترہ حدیثیں یاد تھیں !!!

جواب:

سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے چار ہزار سے بھی زیادہ شیوخ ہیں اور اس میں کسی امام کو اختلاف نہیں اگر اپ نے سب سے دس دس حدیثیں بھی سنی ہوں تو یہ چالیس ہزار بنتی ہیں اللہ عزوجل ناقدین کو سمجھ عطاء فرمائے۔

حافظ ابن عبد البر مالکی امام یحیٰ بن معین سے نقل کرتے ہیں:

---

(16) ابن ابی حاتم، ابو محمد عبد الرحمن بن محمد بن ادریس التمیمی الحنظلی الرازی، تفسیر ابن ابی حاتم، ج:4، ص:1373، مکتبۃ النزار–سعودیہ، الطبعۃ الثالثۃ 1419ھ

”و کان و کیع یفتی برای ابی حنیفۃ و کان یحفظ حدیثہ کلہ و کان قد سمع من ابی حنیفۃ حدیثا کثیرا“[17]

ترجمہ: اور حضرت وکیع رحمہ اللہ ابو حنیفہ کے قول پر فتویٰ دیتے تھے اور آپ کو ان کی ساری حدیثیں یاد تھیں اور آپ نے ان سے حدیث کا بہت زیادہ سماع کیا ہوا تھا۔ دیکھئے حضرت وکیع جو جرح و تعدیل کے امام گزرے ہیں آپ بھی مذہب حنفی کے مطابق لوگوں کو فتویٰ دیتے تھے، قارئین آپ کو ان چند اعتراضات سے اندازہ ہو گیا ہو گا کہ یہ موضوع کتنا اہم و ضروری ہے۔

مفتی احمد نواز قادری عطاری

(17) ابن عبد البر، ابو عمر یوسف بن عبد البر القرطبی، ص:136، دار الکتب العلمیہ –بیروت